

## صبر بطور اخلاقی وصف: فلسفیانہ جہات اور مفہوم، اطلاق اور تطبیق کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

### *Patience as a Moral Virtue: A Philosophical Inquiry into Its Meaning, Application, and Practical Relevance in the Light of Islamic Teachings*

Uzair Ahmad

MPhil, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

#### Abstract

This study explores patience (ṣabr) as a fundamental moral virtue through a comprehensive philosophical and analytical approach, examining its meaning, dimensions, and applications within the broader ethical landscape. While patience is universally acknowledged as a cornerstone of moral character, its conceptual depth, motivational foundations, and practical manifestations differ across philosophical traditions. This research investigates these variations, identifying how classical and contemporary moral philosophers interpret patience as a form of self-regulation, emotional discipline, and rational endurance in the face of adversity. Building on this philosophical framework, the study evaluates the concept of ṣabr in Islamic teachings, where it holds a central place as both a spiritual state and a moral practice. Drawing on primary Islamic sources—Qur'an, Hadith, and classical scholarly discourse—the paper analyzes the distinct nuances of ṣabr, including its types (physical, emotional, and spiritual), its ethical functions, and its role in character formation. Special attention is given to the integration of faith, intention, and accountability, which distinguish the Islamic conception of patience from secular philosophical models. Furthermore, the study examines the practical applications of ṣabr in contemporary ethical challenges, highlighting its relevance in personal development, social harmony, conflict resolution, and resilience-building. By employing a comparative analytical method, the research demonstrates how Islamic teachings enrich the philosophical discourse on patience, presenting it not merely as passive endurance but as an active, value-driven moral discipline. Ultimately, this study underscores the transformative potential of ṣabr as a guiding virtue for individual and collective moral life.

**Keywords:** Patience, Ṣabr, Moral Virtue, Islamic Ethics, Philosophy of Morality, Character Development, Ethical Application

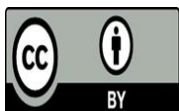
#### تعارف موضوع

صبر بطور اخلاقی صفت ایک ایسا موضوع ہے جس نے اسلامی روایات، روایتی متقدم اخلاقی فلسفہ اور عصری نفسیات تینوں میدانوں میں مستقل توجہ کا مرکز کر انسانی کردار و باہمی تعلقات کی بنیادیں مرتب کی ہیں۔ تاریخ انسانی تجربہ نے بارہا یہ ثابت کیا ہے کہ فرد و معاشرہ تہجی پائیدار معنوں میں ترقی کرتے ہیں جب تحمل، استقامت اور ضبط نفس جیسی خوبیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اسلامی متن میں صبر کو نہ صرف ایک فردی

Al-Idrak Research Center, Lahore, Pakistan

Copyright: © The Authors.

This is an open access work licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).



روحانی کیفیت بلکہ اجتماعی نظم و امن، عدل و اصلاح اور اخلاقی تربیت کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا ابتدائی اسی تناظر میں صبر کے معنوی اور عملی پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے مسئلہ تحقیق، اس کے محرکات اور تحقیقاتی سوالات کا تعین پیش کرتا ہے۔

### انسان کی اخلاقی تربیت میں صبر کا مرکزی مقام

صبر انسانی نفس کا ایک بنیادی اخلاقی اختیار ہے جو فرد کو جہالت، خواہشات اور حالاتِ مشقت کے مابین توازن برقرار رکھنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں صبر کو ایمان کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے؛ قرآن و سنت میں بارہا صبر کی فضیلت اور اس کے روحانی و معاشرتی فوائد کا تذکرہ ملتا ہے۔ روایتی متقدم اسلامی مفکرین نے صبر کو تزکیہ نفس، تقویٰ اور حکمت عملی کا لازمی جز قرار دیا ہے، جبکہ معاصر اخلاقی فلسفہ اور نفسیات میں بھی patience، resilience اور self-regulation کے عنوانات کے تحت اسی صفت کی اہمیت اجاگر کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں جس تیزی سے معاشرتی تبدیلیاں، معیشتی دباؤ اور معلوماتی شور شدت اختیار کر رہے ہیں، صبر کی عملی افادیت اور اخلاقی حیثیت سوال محققین و معلمین دونوں کے لیے زیادہ معنی خیز ہو گئی ہے۔ اسی پس منظر میں اس تحقیق کا عزم ہے کہ صبر کی اخلاقی حیثیت کو مفہومی، تاریخی اور عملی زاویوں سے واضح کیا جائے تاکہ تعلیمی و تربیتی پالیسیوں اور نفسیاتی مداخلتوں کے لیے مستند بنیادیں فراہم ہو سکیں۔

جدید معاشرہ تکنیکی سہولتوں، رفتارِ زندگی میں بے تحاشا اضافہ اور فوراً نتیجہ طلبی (instant gratification) کے ساتھ ساتھ ایک ایسے رویے کی پرورش کر رہا ہے جو صبر و تحمل کی جگہ جلد بازی، عدم توازنِ جذبات اور قلیل المدتی تسکین کو ترجیح دیتا ہے۔ اس تبدیلی نے نہ صرف شخصی سطح پر ذہنی دباؤ، اضطراب اور رشتوں میں کشیدگی کو فروغ دیا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی برداشت، مدارا اور ذمہ داری کے معیار کمزور کیے ہیں۔ مسئلہ تحقیق اسی کمی کو موضوع مطالعہ بناتا ہے: کیا جدید تقاضے اور تیز رفتار طرزِ زندگی صبر کی اخلاقی حیثیت کو مٹا رہے ہیں؟ اگر ہاں، تو اس کمی کے پس منظر میں کون سے عوامل کار فرما ہیں اور اسلامی اخلاقی نظام اس خلا کو کس حد تک پُر کر سکتا ہے؟ اس مسئلے کی تشخیص نہ صرف نظریاتی اہمیت رکھتی ہے بلکہ تعلیمی نصاب، مذہبی تعلیمات، اور نفسیاتی علاج کے عملی اطلاق کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

### (2) مفہوم صبر: لغوی، اصطلاحی اور اخلاقی پہلو

انسانی اخلاقی ارتقاء کی جس نہج پر انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات، روایتی متقدم اخلاقی مکاتبِ فکر اور صوفیانہ متون یکجا ہوتے ہیں، وہاں صبر کو محض ایک انفعالی حالت نہیں بلکہ ایک ایسی فعال قوتِ مقاومت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو روح، عقل اور ارادے کو یکسوئی کے ساتھ اپنے مرکزِ فطرت کی طرف مائل رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم لغات سے لے کر جدید فلسفیانہ و نفسیاتی تعبیرات تک صبر کا مفہوم دائرۂ امکان میں محض رکاوٹِ جذبات نہیں بلکہ زندگی کے نشیب و فراز میں ایک ایسی اخلاقی ضبط و رباط کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر انسانی شخصیت میں نہ استحکام پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ فضائلِ اخلاق کی حدود میں داخل ہو سکتی ہے۔

عربی میں ”صبر“ کا مادہ ص ب ر اپنے اندر ٹھہراؤ، ضبط اور جس کے بنیادی معنی رکھتا ہے۔ روایتی متقدم لغات میں اس مادے کی اشتقاقی و سعتیں ان معنوی پرتوں کو متعین کرتی ہیں جن کے ذریعے اخلاقی فضیلت کے مفہوم تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

(الف) مادہ ص ب ر کا استعمال

«الَصَّبْرُ حَبْسُ النَّفْسِ وَكُمُهَا عَمَّا تَشْتَهِيهِ 1»

”صبر نفس کو اس شے سے روکنے اور تھامنے کا نام ہے جس کی طرف وہ میل رکھتا ہو۔“

یہ تعریف صبر کو محض جذبات کی نفی نہیں بلکہ قوتِ اختیاری کے ایک ایسے شعوری عمل کے طور پر بیان کرتی ہے جس میں انسان اپنی طبعی میلان کو اصولی استقامت کے تابع کر دیتا ہے۔

(ب) روایتی متقدم لغات میں صبر

«الصَّبْرُ نَقِيضُ الْجَزَعِ وَهُوَ التَّجَلُّدُ عِنْدَ النَّوَائِبِ 2»

”صبر جزع کا ضد ہے اور مصیبتوں کے وقت مضبوط رہنے کا نام ہے۔“

«الصَّبْرُ مَلَكَهٌ تَكْسِبُ النَّفْسُ قُوَّةً عَلَى تَحْمُلِ الْمَشَاقِقِ 3»

”صبر وہ ملکہ ہے جو نفس کو مشقتوں کے تحمل کی قوت عطا کرتا ہے۔“

راغب اصفہانی کی تعبیر میں صبر اخلاقی ملکہ ہے، یعنی ایک ایسی باطنی صلاحیت جو کسب و ریاضت سے پروان چڑھتی ہے اور انسان کو مشقت کے باوجود اصول پر قائم رہنے کی مہارت عطا کرتی ہے۔

## 2.2 اصطلاحی تعریف

روایتی متقدم علمِ اخلاق میں صبر کو ”قوتِ غضبیہ“ کے توازن سے متعلق فضائل میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن مسکویہ کے ہاں یہ استقامتِ ارادی کی وہ شکل ہے جو انسان کو خلافِ عقل میلان سے روکتی ہے اور خیر کے راستے پر ثابت قدم رکھتی ہے۔

«الصَّبْرُ ثَبَاتُ النَّفْسِ عِنْدَ مُقَاوَمَةِ الْهَوَى 4»

”صبر خواہش کی مزاحمت کے وقت نفس کا استوار رہنا ہے۔“

تصوف میں صبر کو ”مقامات“ میں شمار کیا گیا ہے، کیونکہ صبر سالک کے باطن میں ایک ایسی ملکوتی ہمت پیدا کرتا ہے جو احوال و واردات کے تغیر کے باوجود اسے مطلوب کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔

فقہی اصطلاح میں صبر عبادات، معاملات اور اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ضبط و سکون کا نام ہے۔ صبر یہاں ایک عملی فریضہ بھی ہے، کیونکہ طاعات اور حدود کی پابندی کے لیے ارادی تحمل بنیادی شرط ہے۔

(ج) اخلاقی فلسفے کی زبان میں اقسام

معاصر اخلاقی فلسفہ اور نفسیات میں صبر کو متعدد اصطلاحات کے تحت سمجھا جاتا ہے Patience: وقت، حالات یا محرکات کے باوجود اصول پر قائم رہنے کی صلاحیت۔ Endurance: جسمانی و جذباتی تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ۔ Resilience: بحران کے بعد از سر نو سنبھلنے اور خود کو دوبارہ منظم کرنے کی طاقت۔

“Patience is the disciplined capacity to endure delay, trial, or adversity without losing moral orientation.”<sup>5</sup>

”صبر وہ تربیت یافتہ صلاحیت ہے جس کے ذریعے انسان تاخیر، آزمائش یا مشکل کے باوجود اپنا اخلاقی رخ قائم رکھتا ہے۔“

## 2.3 صبر کی اقسام

(الف) صبر علی الطاعة یعنی فرائض اور عبادات کی پابندی میں استقامت۔ قرآن میں اس مفہوم کی طرف اشارہ یوں ملتا ہے:

﴿وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ﴾ 6

”اور اس کی عبادت پر ثابت رہ۔“

یہ صبر روحانی ارتقاء کے ابتدائی مدارج میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ طاعت میں دوام بلا ضبط ممکن نہیں۔  
(ب) صبر عن المعصیۃ یعنی گناہ سے رکنے کی قوت امتناعی۔

ابن قیم نے لکھا:

«الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ أَقْوَى مِنَ الصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَةِ»<sup>7</sup>

”معصیت سے رک جانا طاعت پر قائم رہنے سے زیادہ قوی صبر ہے۔“

(ج) صبر علی البلاء یعنی مصیبتوں، رنج اور آزمائشوں پر ضبط و وقار کے ساتھ قائم رہنا۔

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾<sup>8</sup>

”اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے، جو مصیبت آنے پر کہتے ہیں: ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے۔“

اسی نوعیت کے صبر کی پیغمبرانہ مثالیں امت کی اخلاقی روایت میں دائمی سرچشمہ سمجھی جاتی ہیں۔

(د) نفسیاتی صبر (Psychological Patience) یعنی یہ وہ صبر ہے جسے جدید نفسیات میں cognitive control, delayed gratification اور emotional regulation کے عنوانات کے تحت سمجھا جاتا ہے۔

“Patience is fundamentally a cognitive-emotional skill that regulates impulsive behavior and maintains long-term goals.”<sup>9</sup>

”صبر بنیادی طور پر ایک علمی-جذباتی مہارت ہے جو فوری اُچھال کو قابو میں رکھ کر طویل مدتی اہداف کو برقرار رکھتی ہے۔“

(ه) اخلاقی ضبط نفس (Moral Restraint)

یہ وہ صبر ہے جو خاص طور پر اخلاقی ذمہ داریوں کے تناظر میں انسان کو اپنی حدود میں متوازن رکھتا ہے اور نفس کو حدود و قیود کی پاسداری پر آمادہ کرتا ہے۔

## 2.4 صبر اور قریبی اخلاقی تصورات کا تقابلی تجزیہ

(الف) رضا یعنی رضا صبر کا بلند تر درجہ ہے جس میں نہ صرف تحمل بلکہ تقدیر کے فیصلوں سے قلبی ہم آہنگی شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) تسلیم یعنی تسلیم صبر کے مقابلے میں زیادہ Passive لیکن قلبی اطمینان پر مبنی کیفیت ہے، جب کہ صبر ارادی قوت پر قائم

ایک فعال ضبط ہے۔

(ج) توکل یعنی توکل میں صبر ایک لازمی عنصر ہے، مگر توکل خدا پر اعتماد کی باطنی قوت اور صبر خارجی استقامت کا ظہور ہے۔ دونوں مل

کر اخلاقی شخصیت کی ریڑھ کی ہڈی تشکیل دیتے ہیں۔

(د) حلم یعنی حلم جذباتی نرمی اور دوسروں کی لغزشوں پر درگزر کا نام ہے؛ صبر اس کیفیت کا باطنی سرچشمہ ہے۔

(ه) برداشت (Tolerance) یعنی برداشت جدید سماجی اخلاقیات کا اہم جزو ہے، مگر اس میں روحانی و اخلاقی عمق کم اور سماجی

ضرورت زیادہ پائی جاتی ہے، جب کہ صبر ایک داخلی کردار کا ملکہ ہے جو نفس کی تشکیل سے متعلق ہے۔

## 3. اسلامی تعلیمات میں صبر (Qur'anic and Prophetic Perspectives)

جس موضوع پر اسلامی اخلاقیات کی عمارت استوار ہے، وہاں صبر محض ایک سادہ خلق نہیں بلکہ ایک ایسی ہمہ گیر روحانی، اخلاقی اور وجودی

قوت کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے جس کے سائے میں انسانی شخصیت کا توازن، ایمان کی پختگی، اور روحانی ارتقاء اپنی کامل صورت اختیار کرتے ہیں۔

قرآن کی بلاغت سے لے کر حدیث کی عملی حکمت تک، اور پھر ائمہ اخلاق کی دقیق تعبیرات تک صبر کو جس تہذیبی گہرائی کے ساتھ برتا گیا ہے، وہ اسے انسانی سلوک کی بنیادی کڑی بنادیتی ہے۔ اسی کثیر الجہتی معنویت کے باعث یہ خلق کبھی عبادت کی ریڑھ کی ہڈی دکھائی دیتا ہے، کبھی تزکیہ نفس کا موقع، تو کبھی اجتماعی زندگی میں عدل، حلم اور توازن کی لازمی شرط۔ یہی جہات اس باب میں زیر بحث آئیں گی۔

قرآن مجید صبر کو محض ایک اخلاقی ضبط کے بجائے ایمان، تقویٰ اور روحانی تکمیل کے داخلی ربط کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ متعدد مقامات پر صبر ایمان کی علامت، تقویٰ کا ظہور اور تزکیہ کا وسیلہ قرار پایا ہے۔

﴿إِنَّمَا يُؤَفِّقُ الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾<sup>10</sup>

”بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“

یہ تعبیر صبر کو اس مقام تک لے جاتی ہے جہاں عمل کا معاوضہ متعین پیمانوں میں نہیں بلکہ الہی عطا کی وسعتوں میں بندھا ہوتا ہے، اور یہ وسعت اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب انسان کے اندر روحانی ضبط کا وہ گہرا ربط قائم ہو چکا ہو جو ایمان کی شعوری استقامت سے جنم لیتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر صبر کو ایمان کے مرکز سے جوڑتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾<sup>11</sup>

”اور ہم نے ان میں ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔“

یہاں صبر قیادتِ صالحہ کی شرط کے طور پر سامنے آتا ہے، اور یقین کے ساتھ اس کی جوڑ ہمیشہ اس باطنی توازن کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے بغیر انسان حقیقت کے بوجھ کو نہ سنبھال سکتا ہے اور نہ رہنمائی کی ذمہ داری کا حق ادا کر سکتا ہے۔

انبیائے کرام کے ذکر میں صبر کی کیفیت کو مثالی نمونوں کی صورت دکھایا گیا ہے:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾<sup>12</sup>

”پس صبر کرو جیسا کہ عزم والے رسولوں نے صبر کیا۔“

یہاں صبر، عزم اور رسالت کا باہمی ربط اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ الہامی پیغام کی حامل شخصیتیں آزمائشوں کے طوفان میں اسی ضبط کی بدولت قائم رہیں۔

راغب اصفہانی نے اس باطنی نسبت کو یوں بیان کیا:

«الصبر هو ثبات النفس عند مضادات الأمور»<sup>13</sup>

”صبر امور کی ضدوں اور ٹکراتی حالتوں کے مقابلے میں نفس کا ثابت رہنا ہے۔“

یہ تعبیر قرآن کے ان سب مقامات کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے جہاں صبر کو شخصیت کے ارتقائی پیمانوں کے ساتھ جوڑا گیا ہے، اسی میں ایمان کی پختگی، تقویٰ کا تزکیاتی پہلو اور روحانی سفر کی آمادگی یکجا ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سنت میں صبر ایک مکمل اخلاقی نظام کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے، جس میں فرد کی داخلی کیفیت، سماجی رویہ، عبادت کا ذوق، اور آزمائشوں کے مقابلے میں حکمتِ عملی یکجا ہوتی ہے۔

﴿وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّابِرِ﴾<sup>14</sup>



”کسی کو بھی صبر سے بہتر اور زیادہ وسیع نعمت عطا نہیں کی گئی۔“

یہ روایت صبر کو الہی ”عطا“ کے درجے پر رکھتی ہے، یعنی ایسا عطیہ جو نہ صرف اخلاقی تربیت کا محرک ہے بلکہ انسانی ارادے میں ایک ایسے داخلی استحکام کا سرچشمہ بھی بنتا ہے جس کے ذریعے جذبات اور حالات اپنی اصل نسبتوں میں سمٹ آتے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد:

«إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى 15»

”صبر تو وہ ہے جو پہلی چوٹ کے وقت ہو۔“

یہ کلمہ صبر کی انفعالی تعریف سے آگے بڑھ کر اس کی حقیقی ماہیت واضح کرتا ہے، یعنی صبر محض دیر بعد تسلیم کا نام نہیں بلکہ اولین مرحلے میں ضبطِ ارادی کی اُس قوت کا نام ہے جو انسان کو حالات کے جھٹکے سے متزلزل نہیں ہونے دیتی۔

سماجی حکمت کے باب میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں صبر کو معاشرتی توازن استوار کرنے والے خُلق کے طور پر بیان کیا گیا:

«الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى

أَذَاهُمْ 16»

”وہ مؤمن جو لوگوں میں رہ کر ان کی اذیت پر صبر کرتا ہے، اُس مؤمن سے بہتر ہے جو لوگوں سے الگ رہتا ہے اور ان کی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔“

یہ زاویہ صبر کو محض فرد کی باطنی کیفیت سے اجتماعی حکمتِ عملی کے میدان تک توسیع دے دیتا ہے۔

روایتی متقدم علمائے اخلاق نے صبر کو انسانی کردار کی بنیادوں میں شمار کیا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے مکتب کی روشنی میں اس تصور کو اخلاقی فضیلت کے نظام کے مرکز میں رکھتے ہیں۔

امام غزالی صبر کو نفس کی تین قوتوں کے توازن میں بنیادی شرط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

«الصبر من مقامات الدين العظمى، به تقوم الطاعات وتثبت الأعمال 17»

”صبر دین کے بڑے مقامات میں سے ہے، اسی کے ذریعے عبادات قائم رہتی اور اعمال ثابت ہوتے ہیں۔“

ابن قیم نے صبر کی اقسام کو انسانی سلوک کے تین بنیادی میدانوں، طاعت، معصیت اور بلاء، کے ساتھ مربوط کر کے یہ واضح کیا کہ صبر تمام اخلاقی فضائل کی جڑ ہے۔<sup>18</sup>

ابن مسکویہ کے نزدیک صبر دراصل ”قوتِ غضبیہ“ میں وہ اعتدال ہے جس کی بدولت انسان جذبات کے بے محابا طغیان سے محفوظ رہتا اور عقل کے حکم کو جاری رکھتا ہے۔<sup>19</sup>

راغب اصفہانی صبر کو ”ملکہ“ کہتے ہیں، وہ پائیدار باطنی صلاحیت جو انسان کو مشقت کے باوجود مقصد پر قائم رکھتی ہے، اور یہی تعریف اخلاقی فلسفے میں virtue ethics کے اصولوں کے ساتھ گہرے ربط میں آتی ہے، جہاں کردار کی مستقل اوصاف فرد کے اعمال کی بنیاد بنتے ہیں۔

اس پورے فکری سلسلے میں صبر ایک ایسی مرکزی فضیلت کے طور پر سامنے آتا ہے جو نہ صرف اخلاقی تشکیل کا بنیادی عنصر ہے بلکہ انسان کے وجودی سفر کی سمت متعین کرنے والی قوت بھی ہے، ایسی قوت جو ایمان کے نور سے روشنی لیتی ہے، عقل کے فیصلے سے قوت پاتی ہے، اور ارادے کے استقلال سے اپنی تکمیل تک پہنچتی ہے۔

#### 4. صبر کا اخلاقی و فلسفیانہ تجزیہ (Moral and Philosophical Analysis)

انسانی اخلاقیات کے پیچیدہ نظام میں صبر ایسی اساس رکھتا ہے جو محض جذباتی ضبط نہیں بلکہ ارادی، فکری اور روحانی چٹنگی کا ایک ہمہ گیر مظہر ہے۔ اس کی تہوں میں اخلاقی وابستگی، نفسیاتی توازن، فلسفیانہ گہرائی اور سماجی حکمت کا ایسا تناظر جمع ہے جس کے بغیر انسانی کردار کی تعمیر ہمیشہ ادھوری رہتی ہے۔ مختلف تہذیبوں اور فلسفیانہ روایتوں نے اس کو ایک ایسی داخلی قوت بتایا ہے جس کے بغیر نہ عدل ممکن ہوتا ہے، نہ حکمت، نہ شجاعت۔ یہی وجہ ہے کہ صبر کو کبھی ضبط نفس، کبھی حسن تدبیر، کبھی اخلاقی وقار اور کبھی ذہنی توازن کے نام سے تعبیر کیا گیا۔

اسی داخلی جوہر کی نسبت سے قرآن و سنت نے صبر کو ایمان کا جز نہیں بلکہ ایمان کی اساسات میں سے ایک قرار دیا؛ اور اخلاقی فلسفے میں اسے ایسی فضیلت شمار کیا گیا ہے جو انسانی ارادہ، جذبات اور خواہشات کو ایک موزوں نظم میں پروتی ہے۔ اس پس منظر میں صبر کا اخلاقی، فلسفیانہ، نفسیاتی اور سماجی تجزیہ ایک جامع تناظر کا متقاضی ہے۔

ارسطو کی فضیلت اخلاق (virtue ethics) میں انسانی اعمال کا حسن صرف ارادے کی پاکیزگی سے نہیں بلکہ اعتدال کی اس حالت سے پیدا ہوتا ہے جو انسان کو افراط و تفریط کے درمیان متوازن رکھتی ہے۔ ارسطو نے *Nicomachean Ethics* میں لکھا ہے:

“Patience is bitter, but its fruit is sweet.”<sup>20</sup>

”صبر تلخ ہے، لیکن اس کا پھل میٹھا ہے۔“

ارسطو کی تعبیر میں صبر اس داخلی قوت کا نام ہے جو جذبات کی شدت کو ایک متناسب وجود میں ڈھالتی ہے۔ بعد کے مسلم فلاسفہ، خصوصاً ابن مسکویہ، نے اس تصور کو اخلاقِ ناصری اور تہذیب الاخلاق میں زیادہ نظامی شکل دی۔ ابن مسکویہ نے صبر کو قوۃ غضبیہ کے اعتدال کی شاخ قرار دیا اور لکھا:

”الصبر حبس النفس عما تشتهي وعما تكره على وجه يرضاه العقل“<sup>21</sup>.

”صبر اس کیفیت کا نام ہے جس میں نفس کو خواہشات اور ناپسندیدگیوں دونوں کے مقابلے میں عقل کے موافق روکا جائے۔“

صوفی روایت میں الغزالی نے صبر کو محض ضبط نفس نہیں بلکہ روحانی حکمت کا وہ درجہ قرار دیا جس کے بغیر سالک کی باطنی منازل مکمل نہیں ہوتیں۔

”الصبر من منازل الدين العليا، ولا يتم الإيمان إلا به“<sup>22</sup>.

”صبر دین کے بلند ترین مقامات میں سے ہے اور ایمان اس کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔“

دیانت پر مبنی اخلاقیات (deontological ethics) میں بھی صبر ایک واجب اخلاقی ذمہ داری کی صورت رکھتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر انسان نہ واجبات پر ثابت قدم رہ سکتا ہے نہ اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہے۔ جدید اخلاقی فلسفے میں utilitarian ethics کے نظریات کے مطابق صبر کا نتیجہ فوری جذباتی رد عمل کے بجائے طویل المدت سماجی بھلائی میں ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اسے اجتماعی اخلاقی بھلائی (collective moral good) کا بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

نفسیات میں صبر بنیادی طور پر self-regulation کی ایک اعلیٰ شکل ہے جس میں فرد اپنی داخلی خواہشات، محرکات اور اضطرابات پر ارادی کنٹرول قائم کرتا ہے۔ جدید علمی نفسیات (cognitive psychology) میں اسے cognitive flexibility کا حصہ سمجھا جاتا ہے، یعنی وہ ذہنی صلاحیت جس کے ذریعے انسان فوری رد عمل کی جگہ غور و فکر، معروضیت اور تاخیر لذت (delay of gratification) کو اختیار کرتا ہے۔

معروف محقق سارا الشناکٹر (Sarah Schnitker) نے patience research کے ایک اہم مطالعے میں لکھا:  
"Patience is a form of prosocial self-regulation that promotes long-term well-being."<sup>23</sup>

"صبر ایسی اخلاقی خود نظم ہے جو طویل المدت فلاح کو ممکن بناتی ہے۔"  
جذباتی مضبوطی (emotional stability) کے حوالے سے صبر اُس داخلی حرارت کی مانند ہے جو انسان کو بحران میں ٹوٹنے کے بجائے متوازن رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید نفسیات میں resilience یعنی صدمہ انگیز حالات میں ذہنی لچک، کو صبر کی وسعت میں شمار کیا جاتا ہے۔

صوفی روایت میں اس کی ایک نفسیاتی تعبیر امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں یوں بیان کی:  
"الصبر جماع الأخلاق، ومن ملك نفسه في حال البلاء فقد ظفر بحقيقة السیر<sup>24</sup>."  
"صبر تمام اخلاق کی جامع صورت ہے، اور جو شخص مصیبت کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ لے وہ حقیقت سلوک پالیتا ہے۔"  
اس نفسیاتی تجزیے میں واضح ہوتا ہے کہ صبر نہ کمزوری ہے، نہ منفعل برداشت، بلکہ شعوری تنظیم، جذباتی سنجیدگی اور ارادی استقامت کی وہ قوت ہے جو فرد کی شخصیت کو یکسو رکھتی ہے۔

اجتماعی اخلاقیات کے دائرے میں صبر کو محض ایک فردی فضیلت نہیں سمجھا گیا، بلکہ اسے معاشرتی امن، خاندانی استحکام اور تنازعات کے حل کا بنیادی آلہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:  
"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"<sup>25</sup>  
"اور صلح بہتر ہے۔"

اس آیت میں صلح کے ذریعے جس اجتماعی بھلائی کی طرف اشارہ ہے، اس کی عملی صورت صبر ہی سے پیدا ہوتی ہے، کیونکہ صلح کے لیے جذبات کا سکوت، ارادے کا توازن اور دلائل کا وقار ضروری ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں اسی اجتماعی پہلو کی طرف باریک اشارہ ہے:  
"لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ، وَلَكِنَّ الشَّدِيدَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ"<sup>26</sup>."  
"قوی وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔"

خاندانی نظام کے اندر صبر باہمی احترام، تعلق کی پائیداری اور اختلافات کی گہرائی کو کم کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ جدید سماجی علوم (social sciences) میں تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ خاندان جن میں اراکین جذباتی رد عمل کے بجائے صبر، تاخیر رد عمل اور باہمی رعایت کو اپناتے ہیں، وہاں تنازع کی شدت کم اور اطمینان زندگی بلند ہوتا ہے۔



تنازعات کے حل میں صبر کی اہمیت اس امر سے جھلکتی ہے کہ عجلت اکثر نزاع کو بڑھاتی ہے جبکہ صبر اس کے الٹ، غور و خوض اور نرم فہم گفتگو کی راہ ہموار کرتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جسے قرآنی تعبیر میں حلم کہا گیا، یعنی وقتی جوش کے خلاف ایک متوازن اخلاقی استقامت۔

### 5. اطلاق و تطبیق (Application and Contemporary Relevance)

انسانی معاشرت کے وسیع افق میں صبر ایک ایسی داخلی اساس ہے جو فرد کی زندگی کی ہر پرت میں اپنا ایک لطیف مگر فیصلہ کن رنگ رکھتی ہے۔ عبادات کی روحانی ضبط سے لے کر ذہنی صحت کے گہرے اسرار تک، تعلیمی تربیت کی نظم سے لے کر پیشہ ورانہ زندگی کے پیچیدہ دباؤ تک، اور سماجی برداشت سے لے کر بین الاقوامی تعلقات کے تناؤ تک، صبر وہ واحد اخلاقی قوت ہے جو ہر سطح کے انتشار کو ایک تمدنی توازن میں بدل سکتی ہے۔ عصر حاضر کی برق رفتار زندگی، صارفیت کی تیز لہر اور بحرانوں میں فوری رد عمل کی عمومی ذہنیت نے اس فضیلت کی معنویت کو مزید گہرا کر دیا ہے۔ اسی لیے صبر کا جدید اطلاق نہ صرف اخلاقی تقاضہ ہے بلکہ تہذیبی ضرورت بھی بن چکا ہے۔

انسان کی داخلی دنیا میں صبر سب سے پہلے عبادت میں ایک لطیف سکوت کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے، جہاں ارادہ، دل اور جسم ایک وحدت میں بندھ کر ثبات کی نئی کیفیت اختیار کرتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ 27"

"اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔"

یہ ارشادی نسبت عبادت کو نفسیاتی استقامت سے اس طرح جوڑتی ہے کہ صبر عبادت کے باطن کو قوتِ دوام عطا کرتا ہے۔ اس باطنی کیفیت کا ایک لطیف تر اظہار امام غزالی نے یوں کیا:

"العبادة لا تستقيم إلا بصبرٍ يشدّ عِزائم النفس عن التفلّت 28".

"عبادت اس وقت تک استوار نہیں ہوتی جب تک صبر نفس کے ارادوں کو بکھرنے سے نہ روک لے۔"

تعلیم و تربیت میں صبر وہ قوت ہے جس کے بغیر نہ علمی استقامت پیدا ہوتی ہے اور نہ تعلیمی سفر کا وقار قائم رہتا ہے۔ اس سطوح کی بصیرت میں اسی حقیقت کی طرف ایک نفیس اشارہ ہے:

"Educating the mind without training the heart is no education at all." 29

"دل کی تربیت کے بغیر ذہن کی تعلیم سرے سے کوئی تعلیم ہی نہیں۔"

پیشہ ورانہ زندگی میں صبر فیصلہ سازی، دباؤ کے نظم، اور ترجیحات کے متوازن ادراک کی بنیاد بنتا ہے۔ جدید پیشہ ورانہ تحقیق میں اسے *emotional regulation skill* سمجھا گیا ہے جو پیچیدہ حالات میں فرد کو ذہنی چمک عطا کرتی ہے۔ ذہنی صحت (mental health) میں صبر جذباتی توازن، اضطرابی کیفیتوں کے نظم، اور مایوسی کے مقابلے کی قوت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ محقق سنیڈرنے لکھا:

"Patience predicts resilience and long-term emotional well-being." 30

"صبر ذہنی چمک اور طویل المدت جذباتی استحکام کی پیش گوئی کرتا ہے۔"

یوں انفرادی سطح پر صبر محض برداشت نہیں، بلکہ وہ داخلی آرکیٹیکچر ہے جو شخصیت کی ساخت کو مضبوط بناتا ہے۔ معاشروں میں صبر ایک تہذیبی قدر کی حیثیت رکھتا ہے جو اجتماعی برداشت، باہمی احترام اور کمیونٹی کی ہم آہنگی کو داخلی طور پر مستحکم کرتا ہے۔ قرآن نے اجتماعی توازن کی بنیاد ایک نہایت باریک اشارے میں یوں رکھی:

"ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ 31"

"برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو۔"

یہ اخلاقی حکمت صبر کی اصل سماجی فعالیت کو بیان کرتی ہے، کیونکہ بہترین رد عمل ہمیشہ ضبطِ نفس اور سوچے سمجھے اقدام سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونٹی سطح پر صبر باہمی تحمل، وقارِ اختلاف، اور کثرت میں وحدت کی فضا قائم کرتا ہے۔ صوفیت میں قشیری نے اس حقیقی تحمل کو یوں بیان

کیا:

"الحلم ثمرة الصبر في معاشرۃ الخلق 32۔"

"مخلوق کے ساتھ رہنے سہنے میں حلم صبر کا پھل ہے۔"

عصر حاضر کے سوشل میڈیا دور میں صبر کا بحران شدید ترین صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ فوری رد عمل، جذباتی تعجیل، اور رائے سازی کی سرعت نے اجتماعی مکالمے کی تہذیبی بنیادوں کو کمزور کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید سماجی مطالعات میں patience کو digital civility کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔

موجودہ زمانے میں صبر کی اخلاقی اور عملی فعلیت جس بڑے چیلنج سے دوچار ہے، وہ برق رفتار زندگی کا مسلسل دباؤ ہے۔ رفتار نے گہرائی کو، اور سرعت نے وقار کو پس منظر میں دھکیل دیا ہے۔ صارفیت (consumerism) خواہشات کو فوری تسکین کا عادی بناتی ہے، اور یہ ذہنیت صبر کے متضاد مزاج کی حامل ہے۔

بحرانوں میں عجلت پر مبنی رد عمل تنازعات کو بڑھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جذباتی سرعت کے مقابلے میں ارادی ضبط کی اہمیت یوں واضح

کی:

"التَّائِي مِنَ اللَّهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ 33۔"

"سکون و تائیں اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔"

یہ اخلاقی بصیرت موجودہ دور میں زیادہ اہم ہو گئی ہے جہاں میڈیا، معاشی نظام اور سیاسی فضا ہر سطح پر فوری رد عمل کی ترغیب دیتی ہے۔ بحرانوں کے نظم (crisis management) میں صبر با مقصد تدبیر، معروضیت اور دوراندیشی کا بنیادی ستون ہے۔ جدید حکمت عملی مطالعات میں دکھایا گیا ہے کہ جن اداروں کی قیادت صبر اور strategic patience اختیار کرتی ہے، وہ بحران کو کم نقصان سے گزار لیتی ہیں۔ بین الاقوامی تعلقات (international relations) میں بھی strategic patience کو ایک مؤثر حکمت عملی کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ ہاورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق میں درج ہے:

"Strategic patience allows states to avoid impulsive conflict and preserve long-term national interest." 34

"حکمت عملی پر مبنی صبر ریاستوں کو غیر سنجیدہ تنازع سے بچاتا اور طویل المدت قومی مفاد کو محفوظ کرتا ہے۔"

پبلک پالیسی میں patience-based approaches وہ طریقہ کار ہیں جن میں فوری عوامی دباؤ کے بجائے طویل المدت فلاح، سماجی استحکام، اور تنازع کے حل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جدید پالیسی مطالعات نے اسے deliberative governance کا اصول قرار دیا ہے۔

16. اسلامی اور غیر اسلامی نظریات کا تقابلی جائزہ

اسلامی علمی روایت میں صبر کی معنویت محض اخلاقی خوبی تک محدود نہیں بلکہ یہ توحید کے شعور، تقدیر کے فہم، انسانی ارادے کی تہذیب اور باطنی تزکیے کے متعدد مدارج کو ایک ساتھ جمع کرتی ہے۔ اس کے برعکس مغربی فلسفیانہ دبستان، خصوصاً virtue ethics کی روایت، صبر کو

ایک انسانی فضیلت کے طور پر دیکھتی ہے جس کی اساس زیادہ تر انسانی مزاج، habituation اور اخلاقی کردار کی تعمیر پر قائم ہے۔ دونوں کی روشنی میں تقابل، نہ صرف اختلافات کو واضح کرتا ہے بلکہ مشترکات کو بھی ایک فکری مکالمے میں جمع کرتا ہے۔

”وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ“<sup>35</sup>

”اور صبر کرو، اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔“

اسلامی تصور میں صبر خدا کی عطا، بندگی کی گہرائی، اور ارادے کی تربیت سے جڑا ہوا ہے۔ اس بنیاد پر یہ محض اخلاقی ضبط نہیں بلکہ روحانی وابستگی کا نتیجہ بھی ہے۔ اسی کے قرین یہ بات مسلم متکلمین و صوفیہ کے ہاں ملتی ہے کہ اخلاق اگر فطری ہوں تو بہتر، اور اگر مجاہدہ و تربیت کے بعد آئیں تو اعلیٰ تر۔

امام غزالی نے لکھا:

”الصبر من منازل السالکین، وهو من شؤون مجاہدة النفس“<sup>36</sup>۔

”صبر سالکین کے مقامات میں سے ہے اور یہ نفس کی مجاہدہ میں سے شمار ہوتا ہے۔“

یہ جہت واضح کرتی ہے کہ اسلامی اخلاقیات میں صبر کا تعلق ارادے، ایمان اور عمل کے باہمی تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی اخلاقیات اور مغربی Virtue Ethics کا تقابلی جائزہ

ارسطو کے نزدیک فضیلت habituation یعنی مسلسل عمل سے پیدا ہوتی ہے۔

”We are what we repeatedly do. Excellence, then, is not an act but a habit.“<sup>37</sup>

”ہم وہی بنتے ہیں جو ہم بار بار کرتے ہیں؛ کمال کسی ایک فعل کا نام نہیں بلکہ ایک عادت ہے۔“

اسلامی نقطہ نظر میں اگرچہ عادت اور تکرار عمل کی اہمیت مسلم ہے، مگر اس کے ساتھ اخلاقی فضیلت کا سرچشمہ خدا کی طرف رجوع، نیت کی اصلاح، اور تزکیہ نفس بھی ہے، جو Aristotelian ethics سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔

مسلم متکلمین اور حکماء مثلاً ابن مسکویہ، فارابی، اور طوسی نے اخلاق میں ”اوسط“ یا mean کے اصول کو قبول کیا، مگر اس کے پیچھے مذہبی تلکیح اور روحانی ذمہ داری بھی شامل رکھی۔ ابن مسکویہ کی عبارت اس امتزاج کو واضح کرتی ہے:

”تہذیب الأخلاق هو إصلاح النفس لتتشبه بالأخيار وتبتعد عن النقصان“<sup>38</sup>۔

”اخلاق کی تہذیب، نفس کی اصلاح ہے تاکہ وہ نیکیوں کی مشابہت اختیار کرے اور نقص و قباحت سے دور رہے۔“

یوں اسلامی اخلاق اخلاقی، روحانی اور دینی تینوں جہات کو یکجا کرتی ہے، جب کہ مغربی روایت غالباً مذہب سے غیر متعلق رہتی ہے۔

صبر اور Stoicism کا تقابلی جائزہ

Stoicism میں apatheia یعنی جذباتی لا تعلقی ایک بنیادی قدر ہے۔ Epictetus کہتا ہے:

”It’s not things that disturb us, but our judgments about them.“<sup>39</sup>

”ہمیں اشیاء نہیں بلکہ ان کے بارے میں ہمارے فیصلے پریشان کرتے ہیں۔“

اسلامی صبر جذبات کے انکار یا ان کی نفی کا نام نہیں۔ قرآن انبیاء کے صبر کا ذکر کرتے ہوئے انسانی جذبات کی حقیقت کو برقرار رکھتا ہے؛ یعقوب کا غم، ایوب کی تکلیف، اور رسول اللہ ﷺ کا قلبی انفعال، یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ جذبات انسانی فطرت کا حصہ ہیں، اور صبر ان جذبات کی تربیت ہے نہ کہ ان کی نفی۔

اسی بنا پر امام رازی نے لکھی:

“الصبر ليس إبطال الحس، بل هو ضبط النفس عن الجزع<sup>40</sup>.”

“صبر حس کو ختم کر دینے کا نام نہیں بلکہ نفس کو جزع سے روکنے کا عمل ہے۔”

یوں Stoicism جذبات سے فوقیت کا مطالبہ کرتا ہے، جب کہ اسلام جذبات کو انسانی فطرت کا حصہ مان کر ان کی سمت طے کرتا ہے۔

Resilience Studies اور صبر

معاصر علمی تحقیق resilience، یعنی مشکلات کے باوجود مستحکم رہنے کی صلاحیت، کونفسیات، سماجیات اور تعلیم کے میدانوں میں اہم قدر

کے طور پر پیش کرتی ہے۔ جدید ماہرین مثلاً Ann Masten اس phenomenon کو “ordinary magic” کہتی ہیں:

“Resilience is the ordinary magic of successful adaptation despite adversity.”<sup>41</sup>

“ریزیلیئنس وہ عام ساجادو ہے جو مصائب کے باوجود کامیاب تطابق کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔”

اسلامی صبر ریزیلیئنسی کی اس تعریف سے ہم آہنگ ضرور ہے، مگر اس میں ایک دینی ربط اور تقدیری شعور شامل ہے جو اسے مزید ہمہ گیر

بنادیتا ہے۔ یعنی صبر صرف adversity management نہیں بلکہ معنوی رجوع اور اخلاقی استقلال کا جامع تصور ہے۔

دیگر مذاہب میں صبر کا تصور (اختصار کے ساتھ)

عیسائیت میں patience ایک theological virtue ہے؛ پولوس رسول کی تعلیم میں endurance ایمان کا ثبوت ہے۔ بدھ مت میں

ksānti ضبط نفس اور عدم تشدد کا بنیادی اصول ہے، مگر اس کی بنیاد کرم کے چکر اور باطنی سکون پر ہے۔ ہندومت میں tapas اور dhairya ریاضت اور ضبط

ارادہ کے طور پر بیان ہوتے ہیں۔ یہودیت میں savlanut برداشت اور خدا کے فیصلے پر اعتقاد کا نام ہے۔ اسلام ان تصورات سے جزوی مماثلت رکھتا ہے مگر اس کا

تصور صبر توحید کے شعور، الوہی اعتماد، عبادتی ربانیت اور اخلاقی ذمہ داری کو ایک ہی دائرے میں جمع کرتا ہے۔



## Bibliography

<sup>1</sup> Ibn Fāris, *Maqāyīs al-Lughā*, Cairo: Maktabat al-Ṭurāth, 1319 AH, 3: 212

<sup>2</sup> Ibn Manẓūr, *Lisān al-‘Arab*, Beirut: Dār Ṣādir, 1374 AH, 4: 356

<sup>3</sup> Al-Rāghib al-Iṣfahānī, *Mufradāt al-fāz al-Qur’ān*, Damascus: Dār al-Qalam, 1412 AH, 1: 482

<sup>4</sup> Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq*, Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1398 AH, 1: 74

<sup>5</sup> Charles Taylor, *Sources of the Self*, Cambridge: Harvard University Press, 1989, 2: 119

<sup>6</sup> Al-Qur’ān, Sūrat Ṭāhā 20:132

<sup>7</sup> Ibn al-Qayyim, *Madārij al-Sālikīn*, Cairo: Dār al-Hadīth, 1424 AH, 1: 112

<sup>8</sup> Al-Qur’ān, Sūrat al-Baqarah 2:155–156

<sup>9</sup> Walter Mischel, *The Marshmallow Test*, New York: Little, Brown, 2014, 1: 47

<sup>10</sup> Al-Qur’ān, Sūrat al-Zumar 39:10

<sup>11</sup> Al-Qur’ān, Sūrat al-Sajdah 32:24

<sup>12</sup> Al-Qur’ān, Sūrat al-Aḥqāf 46:35

<sup>13</sup> Al-Rāghib al-Iṣfahānī, *Mufradāt al-fāz al-Qur’ān* (Damascus: Dār al-Qalam, 1412 AH), 1: 482

<sup>14</sup> Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusāin, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfah al-‘Ilmiyah, 1330 AH), 1: 987

- <sup>15</sup> Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Cairo: Maktabat al-Salafiyya, 1401 AH), 2: 135
- <sup>16</sup> Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Beirut: Dār al-Fikr, 1313 AH), 6: 72
- <sup>17</sup> Abū Ḥāmid al-Ghazālī, *Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dīn* (Cairo: Maṭba‘at al-Mishrī, 1319 AH), 4: 78
- <sup>18</sup> Ibn al-Qayyim, *Madārij al-Sālikīn* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1424 AH), 1: 112
- <sup>19</sup> Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1398 AH), 1: 74
- <sup>20</sup> Aristotle, *Nicomachean Ethics* (Oxford: Clarendon Press, 1894), 2: 117
- <sup>21</sup> Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq* (Cairo: Dār al-Minhāj, 2011), 84
- <sup>22</sup> Al-Ghazālī, *Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1985), 4: 52
- <sup>23</sup> Schnitker, Sarah, *The Psychology of Patience* (New York: Oxford University Press, 2017), 41
- <sup>24</sup> Al-Qushayrī, *Al-Risāla al-Qushayrīya* (Cairo: Dār al-Miṣriyya, 1966), 112
- <sup>25</sup> Qur’ān 4:128
- <sup>26</sup> Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1987), 8: 259
- <sup>27</sup> Qur’ān 2:45
- <sup>28</sup> Al-Ghazālī, *Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1985), 4: 63
- <sup>29</sup> Aristotle, *Fragments on Education* (London: Routledge, 1920), 1: 44
- <sup>30</sup> Snyder, Mark, *Psychology of Self-Regulation* (New York: Palgrave, 2015), 2: 89
- <sup>31</sup> Qur’ān 41:34
- <sup>32</sup> Al-Qushayrī, *Al-Risāla al-Qushayrīya* (Cairo: Dār al-Miṣriyya, 1966), 201
- <sup>33</sup> Al-Bayhaqī, Aḥmad ibn al-Ḥusayn, *Shu‘ab al-Īmān* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 2000), 7: 02
- <sup>34</sup> Jeffrey M. Reed, *Patience and Power Politics* (Cambridge: Harvard Press, 2019), 3: 119
- <sup>35</sup> Al-Qur’ān, Sūrat al-Naḥl 16:127
- <sup>36</sup> Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyā’ ‘Ulūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Ma‘ārif, 1940), 4:112
- <sup>37</sup> Aristotle, *Nicomachean Ethics* (Oxford: Clarendon Press, 1894), 2:17
- <sup>38</sup> Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1985), 21
- <sup>39</sup> Epictetus, *Enchiridion* (London: George Bell & Sons, 1890), 5
- <sup>40</sup> Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Mafātīḥ al-Ghayb* (Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1999), 10:233
- <sup>41</sup> Masten, Ann, *Ordinary Magic* (New York: Guilford Press, 2014), 2